قرۃ العین سکندر

تیرے جیسا کوئی اور دیکھا

آج گھر میں خوب رونق تھی اور رونق کیوں نہ ہوتی نور منزل میں صبح سویرے نسرین اپنے شوہر عقیل اور بچوں سمیت میکے آن پہنچی تھی۔ صبح سویرے جب نسرین نے بچوں کو جگایا کہ وہ سب نانی کے گھر جا رہے ہیں تو بچوں کے چہروں پر خوشی دیدنی تھی۔ سب کی نیند کا خمار ہوا ہو چکا تھا۔ لپک جھپک باری باری سب کو تیار کر کے جانب منزل گامزن ہوئے تھے۔ عاصمہ بیگم تو بیٹی اور نواسوں کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہو رہی تھیں۔

"میں صدقے جاؤں، میرے بچے آ گئے۔ گھر کیسا خوشیوں سے مہک اٹھا ہے۔" عاصمہ بیگم نے بیٹی کا محبت سے ماتھا چوما تھا۔

"آنٹی! ہم نے تو ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔ سوچا تھا کہ آپ کے ہاتھوں کے آلو کے خستہ پراٹھے کھائیں گے۔ سچ کہوں تو ترس گیا ہوں آلو کے پراٹھے کھانے کو۔" عقیل نے کہا تو نسرین نے برا سا منہ بنایا تھا۔

"ارے آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے کبھی میں نے آلو کے پراٹھے بنا کر ہی نہیں دیے ہیں۔"

عقیل نے ہنستے ہوئے اپنی روٹھی بیوی کو دیکھا تھا۔

"اجی پراٹھے تو کھاتے ہیں مگر جو مزہ اور ذائقہ آنٹی کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ تمہارے بنے پراٹھوں میں کہاں؟" اب کے نسرین نے بھی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

"یہ تو سچ ہے امی! میں نے بہت کہا امی کو زحمت ہوگی۔ میں جھٹ پٹ ناشتہ کروا دیتی ہوں۔ مگر مجال ہے کہ انہوں نے میری سنی ہو۔"

نسرین نے بھی اپنے شوہر نامدار کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا تھا۔ عاصمہ تو اپنے بچوں کی اس محبت میں ہی خوشی سے نہال ہو رہی تھیں۔

"ایسا کرو نسرین! تم فون کر کے جبین کو بھی بلا لو۔ وہ بھی آ جائے تو مزید رونق ہو جائے گی۔ میں نگین کو اٹھاتی ہوں پھر مل کر اچھا سا ناشتہ تیار کرتی ہوں۔ اور پھر سب مل کر کھاتے ہیں۔"

عاصمہ بیگم نے کہا تو نسرین نے اپنے چیختے چلاتے شور کرتے بچوں کو باہر صحن میں جا کر کھیلنے کو کہتے ہوئے جبین کو بھی فون کر کے دعوت عام میں شریک ہونے کے لیے کہا۔ عاصمہ نے نگین کو جگایا تو نگین جو بے خبری سے چادر منہ پر تانے سوئی بن رہی تھی۔ اس وقت جگائے جانے پر سخت ناراض ہو رہی تھی۔

"کیا ہے امی! ایک ہی چھٹی کا دن ہوتا ہے اس دن آپ کو میرا سکون سے سونا پسند نہیں ہے۔"

نگین نے سخت خفگی سے ماں کو دیکھا اور دوبارہ سے سوتی بن گئی تھی۔

"بیٹا! کتنی بری بات ہے باہر بڑی بہن آئی بیٹھی ہے۔ کیا وہ خود جا کر کچن میں ناشتہ بنائے گی۔ میں اکیلی جان میری بوڑھی ہڈیوں میں اتنا دم خم کہاں ہے کہ میں یہ سب دیکھوں۔"

عاصمہ نے کہا تو نگین نے ناراضی سے ماں کو دیکھا اور چادر پرے پھینکی۔

"اماں کیا! ان لوگوں کو ذرا سا بھی احساس نہیں

www.zemtime.com

ہے کہ ہمارے پاس ایک ہی چھٹی کا دن ہوتا ہے اور ہر ویک اینڈ پر بھی چھوٹی تو کبھی بڑی آپا آن دھمکتی ہیں۔ کسی ایک چھٹی والے دن ہمیں بھی یہ موقع دیا کہ کبھی اپنے گھر ڈھنگ کا کھانا ہی کھلا دیں۔ مجال ہے کہ کبھی غلطی سے بھی دعوت دی ہو۔"

نگین جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔ عاصمہ بیگم جانتی تھیں کہ بیٹی جو کچھ کہہ رہی ہے سو فیصد درست ہے۔ مگر وہ اس پر بھی بہت خوش رہا کرتی تھیں کہ ان کی بچیاں اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ آباد ہیں۔ دوسرا یہ بھی تھا کہ وہ کچھ دے دلا تو نہیں سکتی تھیں۔

سفید پوشی کا بھی بھرم ہوا کرتا ہے۔ تو کم از کم اتنا تو کر ہی سکتی تھیں کہ جب بچیاں اپنے شوہر اور بچوں سمیت گھر آئیں تو وہ ان کو اچھا کھلا پلا سکیں۔

"بری بات ہے بیٹا! بہنیں بہت مان سے گھر آتی ہیں۔ ان کے آنے سے کون سا گھر میں رزق کم ہوتا ہے۔ وہ اپنا رزق خود لے کر آتی ہیں۔ بلکہ میں نے تو نسرین سے کہا ہے کہ جبین کو بھی بلا لے۔ اسے معلوم ہوگا کہ بڑی آئی اور ایک قدم دور اس کا گھر ہے اور اسے

ناولٹ

www.zemtime.com

نہیں بلایا تو اسے بہت برا محسوس ہوگا۔" ماں کی بات سن کر نگین کا موڈ مزید خراب ہو گیا تھا۔

"اماں! یہ سب آپ کی دی ہوئی ڈھیل کا ہی نتیجہ ہے۔"

وہ منہ بسورے واش روم میں گھس گئی تھی۔ فریش ہو کر باہر نکلی تھی۔ اس نے دیکھا اماں آلو ابالنے کے لیے چولہے پر رکھ چکی تھیں۔

"ایسا کرو عاقب کو جگا دو۔ وہ جا کر دہی اور ساتھ میں دوپہر کے لیے سبزی لا دے۔"

اس نے مارے باندھے لاؤنج سے گزرتے ہوئے، بہنوئی اور بہن کو سلام کیا اور سیڑھیاں چڑھ کر چھت کی راہ لی تھی۔

اوپر والا پورشن زینب چچی کا تھا۔ اس نے جیسے ہی زینہ عبور کیا۔ سامنے ہی اسے تک سک سے تیار عاقب دکھائی دے گیا تھا۔

"ارے واہ کدھر کی تیاری ہے بڑے ہیرو شیرو بن کر نکل رہے ہو۔" نگین نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اب نظر نہ لگا دینا۔"

عاقب نے بھی بہ ظاہر خفگی سے کہا تھا۔ مگر اس دھان پان سی دودھیا رنگت والی لڑکی کو بہت دھیان سے دیکھا تھا۔

عاقب کی بات پر اس نے بے ساختہ ہی قہقہہ لگایا تھا۔

"میں کیوں نظر لگانے لگی۔ حد ہو گئی۔ میں اس لیے آئی تھی کہ نیچے امی بلا رہی ہیں۔ کچھ ضروری سامان منگوانا ہے۔"

نگین نے کہا تو عاقب نے اپنے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کہا۔

"اوکے..... میں آتا ہوں۔"

عاقب کی سعادت مندی کی تو وہ شروع سے ہی قائل تھی۔ اس نے کبھی بھی امی کے کسی کام کے لیے عاقب کے ماتھے پر کوئی شکن نہ دیکھی تھی۔ وہ خوش دلی سے بڑھ چڑھ کر ان کے سارے کام کرتا تھا۔

"ارے نگین بیٹی! صبح ہی صبح آ گئی۔ آؤ بیٹا، ناشتہ کر لو۔" کچن سے زینب چچی نے اسے دیکھ کر ناشتے کی آفر کی تھی۔ ناشتے سے اٹھتی ہوئی آملیٹ کی مہک بتا رہی تھی کہ زینب چچی اپنے ہاتھوں کا جادو جگا چکی ہیں۔

"نہیں چچی جان! اصل میں آپا آتی ہیں تو میری تو دوڑ لگی ہوتی ہے۔"

نگین نے منہ بنا کر جواب دیا تھا۔ زینب بیگم ہنس دی تھیں۔ جانتی تھیں کہ نگین نیند کی کتنی ماتی تھی اور ایک چھٹی والے دن وہ دوپہر کر کے ہی جاگتی تھی۔ مگر اس کے بعد ماں کو کسی بھی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتی تھی۔ مگر ایسا موقع اسے شاذ و نادر ہی میسر ہوتا تھا۔ تب جب کبھی نسرین آپی کی آمد نہ ہوتی۔ یا جبین کی ساس بیمار ہوتیں۔ وہ دونوں نہ آتی تھیں۔ تو بقول نگین راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔ لیکن جب وہ آن دھمکتی تھیں۔ تو سارا دن ہی بہنوں کی نذر ہو جایا کرتا تھا۔ آج کا دن بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ ہی رونق وہی چہل پہل تھی۔ دسترخوان پر ناشتہ لگ چکا تھا۔ جبین آ چکی تھی۔ بقول نگین کے۔

"جبین کے جناتی قہقہے بتا دیتے ہیں کہ جبین کی گھر میں اینٹری ہو چکی ہے۔"

جبین کے بچے بار بار اچک اچک کر کباب، پلیٹ سے اٹھانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہے تھے۔ نگین دسترخوان لگا رہی تھی۔ اسے شدید کوفت ہو رہی تھی۔ دونوں بہنیں تو مزے سے لطف اندوز ہوں گی۔ مگر وہ جی ہی جی میں ہلکان ہو رہی تھی۔ نیند کا خمار تو ٹوٹ چکا تھا۔ مگر کسل مندی طاری تھی۔ اور اس پر ان باگڑ بلوں بچوں نے تنگ کر رکھا تھا۔ اس نے ایک زوردار جھانپڑ درمیان والے اسد کو رسید کیا تھا۔ اسد نے منہ کھول کر گلا پھاڑ پھاڑ کر رونا شروع کر دیا تھا۔

"ہائے..... ہائے میرے لعل کیا ہوا؟"

جبین نے اچانک، جناتی قہقہوں کو بریک لگا کر فکرمندی سے اپنے لاڈلے سپوت سے پوچھا تھا۔

"خالہ نے مارا۔" وہ رونا بھول بھال کر شکایت کرتے ہوئے بولا تھا۔ جبین نے تیز نگاہوں سے بہن کو دیکھا تھا۔

www.zemtime.com

"نہ ایسا کیا قصور کر دیا میرے بچے نے۔ آج تک میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا اور تم نے اسے سیدھا تھپڑ لگا دیا۔" جبین نے تیز لہجے میں سرزنش کرتے ہوئے چھوٹی بہن سے پوچھا تھا۔

"اگر آپ نے ہی تھپڑ لگا دیا ہوتا تو آج مجھے یہ تھپڑ نہ لگانا پڑتا۔ گندے ہاتھوں سے کباب اٹھا رہا تھا کم از کم ان کے منہ ہاتھ تو دھلوا کر لاتیں۔"

نگین حد درجہ نفاست پسند تھی۔ اس نے کھلے لفظوں کا چابک مارا تھا۔ اور اندر کی کھولن باہر نکالی تھی۔ ماحول بہت ہی بوجھل ہو چکا تھا۔ جبین کو اپنی بڑی بہن کے سامنے سبکی بہت زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔

"اماں! دیکھ رہی ہیں۔ آپ کی بیٹی کو ہمارا آنا اب گراں گزرنے لگا ہے۔" جبین کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ عاصمہ بیگم حد درجہ پریشان ہو چکی تھیں۔ جبین کی ناراضی کے بعد داماد کی ناراضی کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں۔ اس لیے بہتر یہی تھا کہ بیاہی بیٹی کو راضی کرنے کے لیے کنواری بیٹی کا دل توڑ دیتیں کہ وہ تو پھر بھی گھر کی ہی بچی تھی۔

"نگین! تمہیں کس نے کہا ہے کہ بچے کو مارو۔ خبردار جو میری جبین کے بچے کو ہاتھ لگایا۔ معافی مانگو بہن سے۔"

عاصمہ نے اتنی محنت سے سجے ہوئے دسترخوان اور ساری محنت کو اکارت جاتا دیکھ کر سخت لہجہ میں کہا تھا۔ نگین جو اتنی محنت کے بعد سب دسترخوان پر سجا چکی تھی۔ ماں کو زخمی نگاہ سے دیکھا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! بہنوں میں ایسی باتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ تم بڑی ہو درگزر سے کام لو۔"

حامد صاحب جو اب کمرے سے نکلے تھے۔ سارا معاملہ سن چکے تھے۔ انہوں نے کہا تو معاملہ یوں رفع دفع ہو گیا تھا۔ سب مل جل کر کھانے میں مصروف ہو چکے تھے۔ دوبارہ سے سب خوش گپیوں میں مصروف مزے سے خستہ آلو کے پراٹھوں کا لطف اٹھا رہے تھے۔ ساتھ میں سادہ بل دار پراٹھے اور کباب بھی تھے۔ نگین نے رات کا آلو قیمہ بھی ساتھ رکھ دیا تھا۔ مگر اب خود اس کا دل ملول سا ہو چکا تھا۔ اس لیے خاموشی سے چائے بنانے کچن میں آ گئی تھی۔

عاقب بازار سے سارا سودا سلف لا کر کچن میں رکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا تو نگین نے جھٹ سے اپنے آنسو صاف کر لیے۔ مگر عاقب سے یہ منظر چھپ نہ سکا۔

"سنو۔" عاقب نے پکارا تو اسے براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنا ہی پڑا تھا۔

"یہ حلوہ پوری میں تمہارے لیے لایا ہوں۔"

عاقب نے ایک الگ سے شاپر اس کو تھماتے ہوئے کہا تو نجانے کیوں کچھ الگ سے محسوسات نے نگین کے دل کے تاروں کو چھوا تھا۔ عاقب کو معلوم تھا کہ وہ کتنی ندیدی بن جاتی تھی حلوہ پوری کو دیکھ کر اس لیے وہ بازار سے اس کے لیے لایا تھا۔

"کیا بات ہے نگین! کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"

عاقب نے اس کی سنجیدہ سی صورت دیکھ کر سوال کیا تھا۔ ورنہ کوئی اور وقت ہوتا تو نگین کے چہرے پر بچوں والی خوشی ہوتی۔ عاقب اکثر اوقات اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتا ہی رہتا تھا۔ کبھی آئس کریم کبھی چاکلیٹ اور کبھی حلوہ پوری۔ اور وہ بھی تو بھاگ بھاگ کر عاقب کے سارے کام کرتی تھی۔ اس کے سارے کپڑے چپ چاپ جا کر اوپر چچی کے ساتھ دھلواتی تھی۔ اس کا کمرہ صاف کروا دیا کرتی تھی۔

جب سے زینب چچی کو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ تب سے وہ یوں بھی ان کا خاص خیال رکھتی تھی۔

چچا کی وفات کے بعد زینب چچی بیمار رہنے لگی تھیں۔ دل گرفتہ سی زینب چچی اس سے بے انتہا محبت کرتی تھیں۔ اور عاقب بھی اس کی کارگزاریاں دیکھتا تو بطور شکریہ اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتا رہتا تھا۔

"جانتے ہو عاقب! بچپن میں جب کبھی ہم سمندر کی سیر پر جاتے تھے۔ تو میں ریت سے کھیلتی تھی اور سیپ چنا کرتی تھی۔ وہ میری زندگی کا بہترین وقت تھا۔ ابو جب سے دل کے عارضے میں مبتلا ہوئے ہیں۔ میں نے بے فکری کے لمحوں کو گویا ریت کی مانند ہاتھوں پھسلتے دیکھا ہے۔ مگر میری اپنی بہنیں کیا انہیں کچھ دکھائی

www.zemtime.com

نہیں دیتا۔ سارا حساب کتاب ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ ان کے آنے کے بعد سب غلط سلط ہو جاتا ہے۔ اور اماں یہی کہتی ہیں کہ رزق میں برکت ہوتی ہے۔"

وہ خفا خفا سی دل کے کتنے پاس لگ رہی تھی۔ عاقب مسکرا دیا تھا۔

"نگین! کبھی کبھی زندگی کو دوسروں کے نقطہ نگاہ سے بھی دیکھنا پرکھنا چاہیے۔ جو بات تمہیں بری لگ رہی ہے ہو سکتا ہے کہ بہنوں کے لیے کل متاع زیست ہو۔ وہ لمحات جب وہ مان سے میکے آتی ہیں۔ یہ ان کی کل عیاشی ہو۔"

عاقب نے رسانیت سے کہا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح عاقب کی بات پر پرسکون ہو گئی تھی۔ عاقب کا ٹھنڈا ٹھار لہجہ، ناصحانہ انداز اور سب سے بڑھ کر یہ احساس کہ کم از کم کوئی تو ہے جو بنا لفظوں کے اس کی بات کو بخوبی سمجھ رہا ہے۔ اور اس کی بات کا جواب بھی دے رہا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔

"چلو شکر ہے تم مسکرائیں تو سہی۔ ورنہ آج کا سارا دن برباد ہی جاتا۔"

عاقب کہتے ہوئے لمبے ڈگ بھرتا کچن سے جا چکا تھا۔ مگر اس کے لفظوں میں گونجتی محبت کی بازگشت نے نگین کو اپنے حصار میں باندھ لیا تھا۔

☆☆☆

اس کے کمرے کی کھڑکی صحن کی جانب کھلتی تھی۔ وہ بچوں کے ہوم ورک کی کاپیوں کا ڈھیر اٹھا کر گھر لے آئی تھی۔ دوپہر کو اس نے اسکول سے واپسی پر کچھ دیر ستا لیا تھا اور اب، وہ ساری کاپیاں اٹھائے ہوئے صحن میں چلی آئی تھی۔ کوئل کی کوک اور آم کے درخت میں پھنسی، ایک دوسرے سے چوں چاں کرتی چڑیوں کی صدائیں اس کے اعصاب کو پرسکون کرتی چلی جا رہی تھیں۔ باغبانی کا شوق اسے ابا کی جانب سے ملا تھا۔ انواع و اقسام کے پھولوں کی مہک کے درمیان وہ اطمینان سے ساری کاپیوں کو چیک کرتی چلی گئی تھی۔

کام ختم کر کے وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں کرسی پر بیٹھی ٹھنڈے ہوا کے جھونکوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی، جب عاقب گرما گرم بھاپ اڑاتا کافی کا مگ لے آیا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟"

عاقب نے مسکرا کر کہا۔ وہ اپنے خیالات سے چونکی تھی۔

"کچھ نہیں وہی روزمرہ کی روٹین۔" وہ ہولے سے بولی تھی۔

"میں نے اوپر سے جھانکا تو محترمہ کاپیوں میں غرق تھیں، میں نے آواز بھی لگائی مگر سنا ہی نہیں۔ اپنے لیے کافی بنائی سوچا تھکی ہوئی روح کے لیے بھی بنا لاتا ہوں کیا یاد کرو گی۔"

عاقب نے فراخ دلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کافی کا بھاپ اڑاتا ہوا مگ اسے تھمایا تھا۔ نگین تو عاقب کے انداز پر ہی پرسکون ہوتی چلی گئی تھی۔ ورنہ تو مسلسل لگاتار ذمہ داریوں کے بوجھ تلے وہ دب سی گئی تھی۔ گھر آتی تو اماں کہتی تھیں۔

"اب نوکری چھوڑ دو۔" مگر ابا کی پینشن سے گزارا ممکن نہ تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ گھر اپنا تھا اور آبائی گھروں کے سکھ دکھ سب سانجھے ہوا کرتے ہیں۔ ان کے مکینوں کے دل، دکھ سکھ میں شریک رہتے ہیں۔ جہاں ذرا سا بال دل میں آ جائے تو گھروں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

"شکریہ مزے کی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"یہ ابھی تک کے لیے ہے۔ بعد میں تم نے ہی بنانی ہے۔ چھیل مت جانا۔"

عاقب نے دل کی اتنی بڑی بات اشارۃً اس کو کہی تھی۔ ایک دم مسکراتے ہوئے لب بھینچ گئے تھے۔ اس کے پرسکون اعصاب گویا تن سے گئے تھے۔

"پلیز۔" وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"اوکے اوکے۔" عاقب ہنس دیا تھا۔ وہ مگ تھامے پھر وہاں رکی نہیں تھی۔

☆☆☆

کمرے میں پھیلے ہوئے سناٹے کو موبائل کی مترنم

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

گھنٹی نے ایک دم ہی توڑ دیا تھا۔ وہ جو رات کے وقت سونے کی تیاری میں جتی تھی۔ اس وقت اچانک ہی فون کی گھنٹی نے اپنی جانب متوجہ کرلیا تھا۔ فون پر جبین آپی کا نام دیکھ کر اس کی دن بھر کی کلفت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ ایک دم ہی یاسیت اور قنوطیت نے اس پر، زوردار انداز سے حملہ کیا تھا۔

پہلے تو اس نے سوچا کہ فون، آف کر کے رکھ دے سائیڈ پر اور سوتی بن جائے۔ مگر جانتی تھی کہ جبین کا فون نہ اٹھایا تو پھر، گھر میں ہی ایک ہنگامہ اٹھا دے گی۔ اس نے اپنا اعصابی تناؤ کم کرنے کے لیے گہرا سانس لیا اور فون اٹھایا تھا۔

''ہیلو نگین!''

دوسری جانب نگین کے سلام کے جواب میں جبین کی سسکیاں سنائی دی تھیں۔ کچھ بھی تھا آخر کو وہ اس کی ماں جائی بہن تھی۔ سو اس کا فکر مند ہونا تو بنتا ہی تھا۔ اس نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

''کیا ہوا ہے جبین آپی! سب خیریت تو ہے ناں؟''

دوسری جانب سے چھوٹے حمزہ کے رونے کی آواز سنائی دی تھی۔

''اب اس گھر میں یا تو میں رہوں گی۔ یا پھر ان کی اماں۔''

جبین کا لہجہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا اور انداز قطعیت بھرا تھا۔ ایک دم سے ہی نگین کے کندھوں پر جیسے پہاڑ سا آن گرا تھا۔

''کیا ہوا ہے آپی! ساری بات بتاؤ؟ اور سوچ سمجھ کر بولا کرو اگر عدنان بھائی نے سن لیا تو۔''

وہ کچھ ہراساں ہو کر بولی تھی۔

''ہاں تو میں کیا کسی سے ڈرتی ہوں۔ سنتے ہیں تو ہزار بار سن لیں۔ میں تو ان کے منہ پر کہتی ہوں۔ زندگی تماشا بنا کر رکھ دی ہے۔ بس تم ابا سے کہو کہ آ کر مجھے ابھی کے ابھی لے جائیں۔ یا پھر عاقب سے بولو۔''

جبین آپا نے تیز تیز چلاتے ہوئے کہا۔ آواز اتنی اونچی تھی کہ نگین کو ریسیور کان سے ہٹانا پڑا تھا۔

''اس وقت ابا کو پریشان کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور میں اب رات کے وقت چھت پر جا کر عاقب کو اٹھانے، بلانے سے تو رہی۔ ایسی بھی کیا آفت ہے۔''

دوسری طرف سے نگین کی بات کو حسب معمول سے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

''مفت کے مشورے اپنے پاس ہی رکھو۔ خود تو مزے میں جی رہی ہو۔ تمہیں تو بہنوں کا گھر آنا پہلے ہی کھٹکتا ہے۔'' جبین نے کھٹاک سے فون ہی بند کر دیا تھا۔

اور جبین کے اس لفظ میں الجھی کہ وہ مزے میں جی رہی ہے۔ نگین سوچ رہی تھی کہ صبح سویرے کچن کے کام نبٹا کر گھر کا جھاڑو پونچھا کر کے وہ جاب پر چلی جاتی ہے۔ سارا دن بچوں کی چیخ چیخ اور ان کے والدین کی ان گنت شکایات اور مطالبات۔

چند ہزار کے لیے پرنسپل صاحبہ اس کا خون اچھی طرح نچوڑتی تھیں۔ کئی بار تو عزت نفس پر آتی ہوئی ٹھیس کی وجہ سے وہ سخت بددل ہو جاتی تھی۔ مگر جانتی تھی کہ ابا کی پینشن میں، وہ اور اماں تو گزارا کر ہی لیتیں مگر آئے دن بہنوں کے چکروں کی وجہ سے، سارا بجٹ خراب ہو جاتا تھا۔ اس نے تو دل میں مصمم ارادہ باندھ رکھا تھا کہ شادی کے بعد، ادھر کا رخ ہی نہیں کرے گی کہ وہ اماں کے لیے فکر مندی کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔ گھر آ کر وہ اماں کا ہاتھ بٹاتی اور شام کو بچے ٹیوشن کے لیے آ دھمکتے تھے۔ اس کا موڈ خواہ کیسا ہی ہوتا۔ وہ تو بس ایک لگی بندھی زندگی کی قیدی بن کر رہ گئی تھی۔

اس کے شوق تو کچھ بھی نہ تھے۔ زیادہ سے زیادہ ایک اچھی کتاب کا مطالعہ یا پھر اماں کے ساتھ بیٹھ کر ماضی کی گپ شپ کرنا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ جبین کا فون بند کر دینا کسی بڑے خطرے کا اعلان تھا۔ وہ سر تھامے وہیں بیٹھی، شش و پنج کا شکار تھی کہ کیا کرے؟ وہ اب مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق، اپنی کتاب ایک طرف رکھتے ہوئے قدرے بے زاری سے کمرے سے نکلی تھی۔ اس نے دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے، اماں ابا کے کمرے کی طرف جھانکا تھا مگر وہاں تو ہنوز، خاموشی کے بادل چھائے تھے۔

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

سیڑھیوں کے پاس کھڑی، قدرے شش و پنج کا شکار ہو چکی تھی کہ کیا اس وقت، عاقب کے کمرے میں جانا مناسب ہوگا؟ ابھی وہ اس کشمکش کے درمیان کھڑی تھی کہ اوپر سے آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ وہ آہٹ محسوس کر کے جھٹ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ اندازہ تو ہو ہی رہا تھا کہ ۔۔۔ جبین دھماکہ کر چکی ہے۔ اس کے منع کرنے کے باوجود بھی۔

عاقب اپنے الجھے ہوئے بالوں میں انگلیاں گھماتے ہوئے کمرے سے نکلا تھا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس کی نیند خراب ہو چکی ہے اور وہ اب بے گانوں کے بوجھ لادنے کی تیاری میں ہے۔ نگین کو عاقب کی یہی بات بہت بری لگتی تھی۔ اس بندے کو انکار کرنا تو آتا ہی نہیں ہے۔ ابھی نوکری سے تھک ہار کر سویا ہوگا کیا ضرورت تھی ہامی بھرنے کی۔ کہہ دیتا، کہ بی بی ٹک کر اپنے گھر بیٹھو۔

یہی سوچتے اس کی اور عاقب کی نگاہوں کا تصادم ہوا تھا۔ رات کے اس گھمبیر خاموشی بھرے لمحوں میں بھی عاقب کی نگاہ، اس پر پڑی تو اس کی نگاہوں میں محبت کے جگنو چمک اٹھے تھے۔

وہ نظر چرا گئی تھی۔

''کدھر جا رہے ہو؟'' وہ سوالیہ ہوئی تھی۔

''جانتے ہوئے کیوں انجان بن رہی ہو۔ تمہاری اتنی تعریف سن چکا ہوں اب تک۔ آپا کا بس چلتا تو فون سے نکل کر تمہارا قیمہ بنا دیتیں۔''

عاقب ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''پھر اب؟'' وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

''اماں کو جگاتا ہوں۔ اوپر لے آتے ہیں۔ صبح انکل کے جانے کے بعد ہی بتاتے ہیں تمہاری امی کو۔''

وہ منصوبہ ساز بنا اپنا منصوبہ بتا رہا تھا۔

وہ قدرے ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔ اس وقت آدھی رات کو تماشا نہیں چاہتی تھی۔ پریشانی برے وقت کو لاتی ہے۔ مگر برے وقت سے زیادہ پریشانی، تب بڑی ہو جاتی ہے جب اسے سر پر غلط وقت پر مسلط کیا جائے۔ یہ ہی بات ایک مناسب وقت پر بھی بتائی جا سکتی تھی۔

''آپا کیا مان جائیں گی؟'' وہ کچھ الجھن سے بولی تھی۔

''وہ احسان بھی تو نہیں لینا چاہتی ہیں تمہارا۔'' وہ شرارت سے ہنسا تھا۔ کتنا بھلا شخص ان کے روز روز کے جھمیلوں میں پڑ چکا تھا۔

''تمہیں کتنا برا لگتا ہوگا نا، میری بہنیں نہ دن دیکھتی ہیں نہ رات تمہیں بھگائے رکھتی ہیں۔'' وہ شرمندگی سے بولی تھی۔

''نگی! یہ تم نے کیسی بات کی ہے۔ کیا تم مجھے غیر سمجھتی ہو؟ کیا تمہاری بہنیں میری کچھ بھی نہیں لگتی ہیں؟'' تحیر زدہ نگاہوں سے بھی بڑھ کر غیر یقینی لہجہ تھا۔

وہ اپنی انگلیاں اضطراری انداز میں مروڑنے لگی تھی۔

''پھر بھی تم نے ہی عادتیں بگاڑ دی ہیں۔ سر پر اٹھا رکھا ہے۔ ایک بار انکار کر دو تو دوبارہ کر فون کھڑکانے کی ہمت ہی نہ کریں گی۔'' وہ بھی بضد رہی تھی۔

''عادتیں جس کی بگاڑنا چاہتا ہوں، وہ تو کوئی فرمائش ہی نہیں کرتی ہے۔ جس کے لیے ہر بار اقرار ہی اقرار ہے۔''

اس نے بے حد بھاری لہجہ میں جذبات سے مغلوب ہو کر کہا تھا۔ اس وقت نگین کے یک ٹک دیکھنے سے کچھ پزل ہو گیا تھا۔

''میرا مطلب ہے۔ حامد انکل کے بے پناہ احسانات ہیں۔ وہی نہیں چکا سکتے ہیں۔ یہ تو ان کے احسانات کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔''

پھر وہ مضبوط لہجہ میں بولا تھا۔

''ہاں مگر..... بہر حال۔''

وہ کچھ بولتے بولتے نجانے کیوں چپ کر گئی تھی۔ عاقب کی نگاہوں میں محبت، اتنی واضح تھی کہ وہ اس کی سطر سطر میں ڈوب رہی تھی۔ مزید دیکھنا اور اس گہری محبت کا سامنا کرنا اب اس کے بس کی بات نہ تھی۔

''تم جاؤ میں زینب چچی کو بتا دیتی ہوں۔'' وہ ایک کام اپنے ذمے لے چکی تھی۔

وہ کندھے اچکا کر نیچے اتر گیا تھا۔ اب وہ جبین اور

www.zemtime.com

بچوں کو ساتھ لے کر ہی آتا۔ تب تک اس نے مناسب لفظوں میں زینب چچی کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا تھا۔ جبین کی زبان درازی سے تو سب ہی واقف تھے۔ اس لیے زینب چچی کو بھی بخوبی اندازہ تھا۔ اس لیے بنا کسی بحث کے اٹھ کر مہمان خانے میں، بچوں کے لیے مزید تکیے اور چادریں وغیرہ اوڑھنے کے لیے رکھ آئی تھیں۔

"زینب چچی! آپ کتنی اچھی ہیں، کتنا خیال رکھتی ہیں۔ آپ تو جانتی ہیں کہ جب سے ابا کو پہلا ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ اس کے بعد ہم ان کو کوئی بری خبر دیتے ڈرتے ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کب میری بڑی بہنوں کو عقل نصیب ہوگی۔"

وہ جلتے کڑھتے ہوئے بول رہی تھی۔ جب عاقب روتی دھوتی جبین کے ہمراہ اوپر آیا تھا۔ عاقب نے ننھے حمزہ کو اٹھا رکھا تھا اور ساتھ میں فاطمہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ آٹھ سالہ فاطمہ ہراساں سی تھی۔

جبین نے نگین کو سرے سے ہی نظر انداز کر کے زینب چچی کو گلے لگا لیا تھا اور بھاں بھاں کر کے رونے بیٹھ گئی تھی۔

"چچی جان! اس سے کہیں کہ اپنا منحوس چہرہ لے کر یہاں سے دفعان ہو جائے۔ میں اس کی شکل بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہوں۔"

عاقب کے سامنے اس کی اتنی انسلٹ پر اس کا چہرہ دھواں دھواں ہونے لگا تھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو؟ چھوڑو سب، کیا تم نے کچھ کھایا بچوں نے کھایا؟ ابھی کھا پی کر سونے کی کوشش کرو صبح اس مسئلے پر تفصیل سے بات کرتے ہیں۔"

زینب چچی نے معاملہ فہمی سے کہا تھا۔

"ارے کھانے کو لے کر ہی تو اس کی ماں نے اتنی باتیں سنا ڈالی تھیں۔ ایک تو میں سارا دن گھن چکر بنی رہتی ہوں۔ اوپر سے لے کر نیچے تک گھر کے کام، سارا گھر ہی میرے ناتواں کندھوں پر آن پڑا ہے۔"

جبین کی نان اسٹاپ چلتی زبان شروع ہو چکی تھی۔

"بیٹا! تحمل سے، صبر سے چلتے ہیں ناں۔"

زینب چچی نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا اور ان کا ڈر سچ ہی نکلا تھا۔

"خدا کے لیے اب آپ نہ شروع ہو جائیں۔ میری تو اپنی ہی سگی بہن نے اتنے طعنے مار دیے۔ اگر آپ پر بھی بوجھ ہوں تو صاف صاف بتا دیں۔ میں ابھی کے ابھی اپنے بچے لے کر چلتی بنتی ہوں۔ میں کسی پر بھی بوجھ نہیں بننا چاہتی اور نہ ہی اتنی باتیں سن سکتی ہوں۔"

جبین نے حد درجہ، بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہر لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا تھا۔ نگین کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ یہاں سے اٹھ کر چلی جاتی۔ مگر اس نے طے کیا تھا کہ کچن کے سارے کام نپٹا کے نیچے جائے گی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ چچی کو مزید تکلیف ہو۔ سو چپ چاپ ضبط کیا۔

"کچھ تو لحاظ کرو آپی! دن دیکھا نہ رات، عاقب بھاگا بھاگا گیا تم کو لے آیا۔ کیا غیر سمجھتے ہیں تم کو، حد بھی ہو گئی۔"

جبین نجانے کیوں پہلی بار نگین کی بات پر چپکی رہ گئی تھی۔

"میں بچوں کے لیے اور تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔ تم بیٹھو آرام سے۔"

آخر وہ بہن ہی تھی۔ مگر اختلاف تو محض نظریاتی تھا۔ وہ بھی دل سے اس کی خوشی کے لیے دعا گو تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بہن اجڑ جائے۔ دل سے اس کی گھر، گھر ہستی کے لیے دعا کرتی تھی اس وقت بھی یہ ہی چاہتی تھی۔ چپ چاپ کچن کی راہ لی تھی۔ نیچے نہیں جا سکتی تھی اماں ابا کا کمرہ کچن کے بالکل پاس تھا اور ابا کی نیند ٹوٹ جاتی تو پھر آتی نہیں۔ اور پھر بے آرامی ہوتی۔ یہی سوچ کے اس نے فریج کھول کر دیکھا۔

آلو انڈے کا سالن تھا اور آج جو اس نے بریانی بنائی تھی وہ بھی فریج میں رکھی تھی۔ اس نے دو چپاتیاں بنا کر، بریانی بھی گرم کر دی تھی۔ اچھے طریقے سے

www.zemtime.com

ٹرے میں لاکر، اس نے جبین اور بچوں کے سامنے رکھ دی تھی۔

اس وقت تک جبین کا رونا دھونا بند ہو چکا تھا۔ اور اب آرام سے بیٹھی، چچی زینب سے باتیں بگھار رہی تھی۔

''آپ نے کچھ سوچا عاقب کی شادی کے بارے میں، اب تو ماشاءاللہ اچھا خاصا کماتا ہے۔''

بیک وقت عاقب اور نگین نے اک دوجے کو دیکھا تھا۔ یہ سب غیر ارادی تھا۔ بالکل غیر ارادی۔

''آؤ بیٹھو نا۔'' زینب چچی نے اسے پکارا تھا۔

وہ چپ چاپ وہیں ایک جانب ٹک گئی تھی۔

عاقب کی پر اشتیاق نگاہوں کا محور، فقط نگین کا دلکش چہرہ ہی تھا۔

''بیٹا! بس اپنے بیٹے کی ہی خوشی دیکھنے کو تو ترس رہی ہوں۔''

زینب چچی کا اور عاقب کی شادی پسندیدہ موضوع تھا۔ چہرے پر تو عاقب کے بھی پھول کھل چکے تھے۔

''میں چولہے پر دودھ رکھ کر بھول آئی ہوں شاید۔''

نگین سے مزید وہاں بیٹھنا دوبھر تھا۔ سو بہانہ کر کے اٹھ کر باہر نکل آئی تھی۔

چولہا ٹھنڈا تھا۔ اس کے مقدر کی طرح ٹھنڈا ٹھار۔

اس نے سوچا بنا جواز رکنا بے کار ہے۔ سو چپ چاپ عاقب اور چچی کے لیے چائے بنا لائی تھی۔

جب وہ ٹرے میں کپ لیے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے لگا، جیسے جبین اور چچی کچھ کہتے کہتے ایک دم سے چپ ہو گئی ہیں اور خود ایک جانب بیٹھے ہوئے بہ ظاہر بچوں سے معصوم باتیں کرتے ہوئے، عاقب کی تمام تر توجہ بھی ادھر ہی مبذول تھی اور اس کے آتے ہی چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''اچھا چچی! میں اب چلتی ہوں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ میں برتن صبح دھولوں گی چائے کے، باقی سب دھو دیے ہیں۔''

وہ مزید وہاں رکنا نہیں چاہتی تھی۔ سوچوں کا سفر ہلکان کیے دیے رہا تھا۔ وہ چپ چاپ نیچے سیڑھیاں پھلانگ آئی تھی۔

صبح دیر سے آنکھ کھلی تھی وہ بھی، باہر کے اونچی آواز میں مذاکرات پر۔

''میں کہتا ہوں کہ مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میری بچی تکلیف میں ہو اور میں پرسکون سوتا رہوں۔'' حامد صاحب کا لہجہ غصیلا تھا۔

''آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔ ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی۔ آپ کی صحت سب سے بڑھ کر ہے۔''

عاصمہ بیگم کا اذیت بھرا لہجہ تھا۔

''بیگم! تم نے بھی خوب کہا۔ یہاں میری بچی کو آدھی رات کو نکال باہر کیا۔ وہ اوپر بچوں کے ساتھ گھر میں ہی رات کو موجود تھی۔ مگر ہمیں خبر نہ تھی والدین اور ہوتے کس لیے ہیں؟ اپنے بچوں کے ہر طرح کے مسائل سننے کے لیے۔''

حامد صاحب نے کہا۔

''پوچھیں نہ اس نگین سے وہ تو مجھے یہاں آنے سے بھی منع کر رہی تھی۔ ابا جان، مجھے بتائیں۔ کیا میں اس کا دیا کھاتی ہوں جو اس کی باتیں سنتی رہوں۔ اس کو ہم بہنوں کا شروع سے میکے میں آنا کھٹکتا ہے۔ جب میرے شوہر نے میرے منہ پر کہہ دیا کہ اٹھو چلتی بنو۔ تو میں کس منہ سے وہاں بیٹھی رہتی۔ عزت نفس بھی کوئی شے ہے۔''

☆☆☆

جبین کا تیز تیز لہجہ سن کر نگین نے اپنا سر تھام لیا تھا۔ اس نے منع بھی کیا تھا مگر جبین کے لیے شاید ابا کی صحت سے بڑھ کر اپنی ذات تھی۔ ہوتے ہیں بعض لوگ جو دنیا کی ہر شے پر اپنی ہی ذات کو مقدم رکھتے ہیں۔

''انکل! اس میں نگین کا کیا قصور بھلا؟ وہ تو میں نے ہی سوچا تھا کہ میں بھی تو بھائی ہوں۔ اور جبین آپا کون سا پرائے گھر میں تھیں۔ اپنے گھر میں تو تھیں یہ مسئلہ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اب صلح

www.zemtime.com

کروائی جائے۔ معاملے کو التوا میں نہ ڈالا جائے۔"

عاقب نے سارا ملبہ اپنے سر پر لے لیا تھا اور وہ بخوبی جانتی تھی کہ اس کے ہر خیال میں تائید کرنے والا عاقب ہی تھا۔

"بیٹا! اب یہ کہیں نہیں جائے گی۔ جب تک عدنان خود نہیں آجاتا۔ ہم اس کے آنے تک اپنی بچی کو ہرگز واپس بھیجنے کے روادار نہیں ہیں۔"

عاصمہ اپنے شوہر کی بات سن کر گھبرائی تھیں۔

"ارے یہ کیسی بات کی آپ نے؟ یہ بہت ہی نازک معاملات ہوتے ہیں، میں جا کر صلح کروا کے آتی ہوں جبین اپنے گھر جائے گی۔ وہی اس کا اصل گھر ہے۔" عاصمہ نے کہا۔

عاصمہ کی بات پر تو جیسے جبین کو پتنگے لگ گئے تھے۔

"اماں! آپ کو تو بس بیٹیاں بوجھ لگتی ہیں۔ آپ نے تو میرا سارا مان ہی مٹی کر دیا۔"

جبین کا لہجہ گستاخانہ سا تھا اور اس کے انداز میں جارحانہ پن تھا۔ جیسے سوچ کر یہاں آئی بیٹھی ہو کہ وہ اپنے مجازی خدا سے اپنی منوا کر ہی واپسی کی راہ لے گی۔

"تم خاموش رہو۔ ہم بھی تو ہیں۔ اپنے گھر میں نباہ کیے ہوئے ہیں۔ اس طرح ذرا ذرا سی بات پر اپنا گھر بار چھوڑ چھاڑ کر آنا کہاں کی عقل مندی ہے؟"

"اور آپ اس کی وکالت نہ کریں۔ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ معاملہ فہمی سے ہر مسئلہ سلجھایا جا سکتا ہے۔ یہ تو نا سمجھ ہے آپ تو کچھ سمجھ بوجھ سے کام لیں۔"

عاصمہ کا تو عجیب حال تھا، ایک جانب خود سر شوہر اور دوسری جانب انا پسند بیٹی تھی۔

وہ معاملہ جتنا اچھی طرح سلجھا لینا چاہتی تھی۔ لگتا نہیں تھا کہ اتنی آسانی سے سلجھ سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن فی الحال یہ ادھر ہی رہے گی۔ یہ اپنے باپ پر بوجھ نہیں ہے بس کہہ دیا۔"

حامد صاحب کہہ کر رکے نہیں تھے۔ اٹھ کر اندر کمرے میں چل دیے تھے اور ان کی بات سن کر جبین نے فخریہ انداز میں اپنی چھوٹی بہن نگین کو دیکھا تھا۔ جیسے جتا رہی ہو کہ تم نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی لیکن دیکھو ابا ہمارے ساتھ ہی ہیں۔

عاصمہ بیگم کے چہرے پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا تھا۔ تفکر زدہ نگاہوں سے ——— اپنی بیٹی جبین کو دیکھ رہی تھیں۔ جواب نگین سے اپنا پسندیدہ کھانے کا مینیو نوٹ کروا رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

عدنان پریشانی کے عالم میں سسرال کی طرف جا رہا تھا کیوں کہ کل سے گھر کا ماحول جہنم بنا تھا۔ جبین جھگڑا کر کے میکے چلی گئی تھی اور ساس میں گھر کے کسی کام کو کرنے کی سکت نہ تھی۔ ایک دن میں ہی گھر الٹ پلٹ ہو گیا تھا۔ اب اس کی ساس نے ہی حکم صادر کیا تھا کہ جا کر بہو کو منا لاؤ، وہ اسی وقت جبین کو لینے نکلا تھا۔ لیکن اسے خوف بھی تھا کہ وہ اتنی جلدی تو نہیں مانے گی۔ ضرور نخرا کرے گی۔ اس کے اتنی جلدی مان جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے نور منزل پر جا کر بائیک روکی اور کال بیل پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ قدرے توقف سے اندر سے نگین نکلی تھی اسے دیکھ کر خوب گرم جوشی سے ملی۔

"عدنان بھیا! آپ آئے ہیں سو بسم اللہ۔"

اس کا حوصلہ بندھا تھا۔ اسے نگین کی یہ ہی بات بہت پسند تھی، یہ نگین اپنی باقی بہنوں سے بالکل الگ طبیعت اور فطرت کی مالک تھی، خوب گرم جوشی سے ملتی۔ عزت دیتی

عدنان کے دل سے اس پیاری لڑکی کے نصیب کے لیے دعا نکلی تھی۔ اندر سے آواز سن کر عاصمہ بیگم بھی آ گئی تھیں۔

عدنان کو دیکھ کر ان کو بہت اچھا لگا تھا۔ داماد بیٹے بن جاتے ہیں اور پھر ان کی بچیوں کا سارا بار ان دامادوں کے کندھوں پر آن پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے دامادوں کو بھی بیٹا ہی تصور کرتی تھیں۔ انہوں نے کبھی نسرین کے شوہر عقیل اور جبین کے شوہر عدنان میں فرق نہیں روا رکھا تھا۔ دونوں کو عزت دی تھیں۔

"بیٹا! تمہارا ہی انتظار تھا۔ میں نے قیمہ کریلے

www.zemtime.com

بنائے ہیں بچوں کی فرمائش پر پلاؤ بھی بنایا ہے۔ تم منہ ہاتھ دھولو تو سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔"

عاصمہ بیگم نے کہا تو عدنان گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔ ایک نظر اس نے اندر ڈالی جہاں جبین بے فکری سے ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھی' ابھی تک اسے عدنان کے آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی تھی۔ اچانک ٹی وی کے سامنے اس کا بیٹا آ گیا تو اس نے اسے زور سے ڈانٹا تھا۔

"بالکل اپنے باپ پر گیا ہے۔ مجال ہے کہ ذرا سا بھی سکون کا سانس لینے دے۔"

جبین کے اس بے لاگ تبصرے کے بعد عاصمہ اپنی نگاہ چرانے پر مجبور ہو چکی تھیں۔ عدنان کے چہرے کے عضلات بھی اچانک ہی تن چکے تھے۔ یقیناً وہ اپنی ذات پر اتنا اعلا تبصرہ سماعت فرما چکا تھا۔

"کیا بات ہے بیٹا! رک کیوں گئے؟ اندر آؤ ناں، جانے دو اس کی تو باتیں ہی ایسی ہیں۔ میری بیٹی دل کی بری نہیں ہے۔ بس زبان کی تھوڑی کڑوی ہے نا سمجھ ہے۔"

انہوں نے معاملہ فہمی سے کہا تھا۔ تب ہی عدنان لاؤنج میں داخل ہوا تھا اور عدنان کو دیکھ کر چپس منہ میں لے جاتا جبین کا ہاتھ رک چکا تھا اور چہرے کے زاویے بگڑ چکے تھے۔ البتہ دونوں بچے بھاگ کر باپ سے جا لپٹے تھے۔ یہ تو ایک فطری عمل تھا۔ لیکن جبین کو عدنان کے ساتھ، بچوں کے یہ لگاوٹ کے مظاہرے بالکل بھی اچھے نہیں لگتے تھے۔

عاصمہ بیگم نے اپنی بیٹی کو گھور کر دیکھا اور سلام کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ لیکن جبین نے سرے سے جیسے اس اشارے کو نظر انداز کر دیا تھا اور تن کر بیٹھ گئی تھی۔ عاصمہ کو سخت خفت ہوئی تھی دل میں، ملال بھی ہوا تھا، جھگڑا اور کسی بات پر ناراضی اپنی جگہ پر مگر سلام کرنا تو واجب تھا۔

انہیں سخت تاسف نے گھیرا تھا۔

"آنٹی! انکل کو بھی بلائیں۔ میں سلام دعا کرلوں۔"

عدنان نے ایک جانب بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔ بچے اس کو گھیرے اس کے دائیں بائیں موجود تھے۔

"ارے اتنی جلدی کس بات کی ہے۔ کھانا کھا کر جانا۔ کھانا بالکل تیار ہے۔"

عاصمہ بیگم نے مہمان نوازی کا حق ادا کرتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں آنٹی! گھر میں امی اکیلی ہیں۔ امی نے تو دوپہر سے کچھ کھایا بھی نہیں ہے ان کی طبیعت سست ہو رہی ہے۔ میں جبین کو — لینے آیا ہوں۔ گھر چل کر کچھ کھالیں گے۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں راستے سے کچھ لینا نہیں۔ یہاں کھانے دینا نہیں۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ نوکرانی کی ضرورت ہے۔ اور نوکرانی بنا کر ہی لے جانا چاہتے ہیں۔ عقل ٹھکانے آ گئی نا ایک دن میں۔"

جبین کی تو زبان کو بریک ہی نہ لگ رہا تھا۔ اتنی تیکھی زبان تھی۔ زہر میں بجھی ہوئی۔ گویا لفظوں سے لہو ٹپک رہا تھا۔ عدنان نے ایک گہری ملامتی نگاہ پہلے تو جبین پر ڈالی تھی۔ اس کے بعد عاصمہ کو پلٹ کر دیکھا تھا۔

"آپ نے اب خود ہی سب سن لیا ہے نا آنٹی! اس کی اس زبان درازی کی وجہ سے میں نالاں ہوں۔ اس کو ذرا بھی خیال نہیں کہ وہ میری ماں ہیں اور ان کے لیے کس طرح کے الفاظ استعمال کرنا چاہئیں۔"

عدنان حق بجانب تھا اور وہ خود میں شرمندہ تھیں۔

"جبین! یہ کیا انداز ہے؟ کیا میں نے تمہاری تربیت ایسے کی ہے جو تم یوں بات کر رہی ہو۔ اگر کوئی تمہاری ماں کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے تو تمہیں کیسا لگے گا؟"

عاصمہ کا تو تاسف ہی کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ عدنان اب بالکل خاموش ہو چکا تھا اس نے بڑے ضبط اور حوصلے سے جبین کی کڑوی کسیلی باتوں کو پیا تھا۔

www.zemtime.com

"میں نے کہہ دیا نا کہ میں ان کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ جب تک ان کو احساس نہ ہو کہ میں ایک جیتی جاگتی انسان ہوں۔ کوئی ملازمہ نہیں ہوں اور امی آپ کو کیا لگتا ہے کہ یہ میری کمی یا میری محبت میں مجھے لینے کے لیے آئے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں ان کو ان کی والدہ نے کہا تو بھاگے آئے امی! میں سب سمجھتی ہوں۔"

جبین کا لہجہ تیز ہو گیا تھا۔ اور آواز اندر لیٹے حامد صاحب تک جا پہنچی تھی۔ وہ آوازیں سن کر باہر آ گئے تھے۔

عدنان کو دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ عدنان کے چہرے پر اب خشونت آ چکی تھی۔ جبین کے تیز لہجے نے ساری نرماہٹ چھین لی تھی۔ اس کی جگہ ناگوار تاثرات نے لے لی تھی۔

عاصمہ اس وقت، بیٹی کی نوکیلی زبان کے تیروں سے ہی ہراساں تھیں اور شوہر نامدار کے غصے سے بھی بخوبی واقف تھیں۔ سو پریشان — تھیں۔

عدنان نے سلام کیا تو جواب میں بولے۔

"شور کیسا ہے؟"

حامد صاحب کے سوال کا جواب عدنان کے پاس تھا مگر دینا نہیں چاہتا تھا۔ سو چپ سادھ لی۔

"اپنا بیٹا عدنان آیا ہے اپنی جبین کو لینے۔ میں نے کہا کھانا کھا کر جانا۔ جاؤ جبین اپنی تیاری کر لو۔"

عاصمہ نے بیٹی کو گھورا جب اس کے تیور نہ بدلے تو عاصمہ نے منت سماجت کے اشارے کیے۔ لیکن وہ تو ٹس سے مس تک نہ ہوئی۔

"ابا جان! ان سے کہہ دیں، میں نہیں جانے والی جب تک یہ اور ان کی اماں معافی نہیں مانگ لیتے۔ میں کب تک طعنے سنتی رہوں۔"

جبین نے ماں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے باپ سے براہ راست کہا تھا۔

اور یہ کہہ کر رکی نہیں تھی اندر کمرے میں چلی گئی تھی۔ لیکن جاتے جاتے دونوں بچوں کو باقاعدہ کھینچتے ہوئے دبوچ کر اندر لے گئی تھی۔ اس کے انداز پر عدنان بھونچکا رہ گیا تھا۔ حامد صاحب نے بھی کرخت سا انداز اپنا لیا تھا۔

"کھانا کھا کر جانا۔ جبین ابھی نہیں جائے گی۔ جو از سن چکے ہو تم، میری بچی مجھ پر بوجھ نہیں ہے کہ اسے چار دن بٹھا کر کھلا نہ سکوں۔"

حامد صاحب نے بے حد روکھے انداز میں کہا تھا۔

عدنان میں ابھی اتنی غیرت ضرور باقی تھی کہ مزید وہاں نہ رکتا۔ سو ویسا ہی ہوا اس نے مزید رکے بنا واپسی کی راہ لی۔ عاصمہ بیگم کے ترلے منتیں بھی سب بے کار چلے گئے تھے۔ کیونکہ وہ اتنی عزت افزائی کے بعد رکنے والا تھا نہیں۔

☆☆☆

دنیا کی اس بھیڑ میں ہر کوئی آپ کے اندر اتر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ بھری دنیا میں فقط کوئی ایک شخص ہی ہوا کرتا ہے، جو آپ کے اندر قطرہ قطرہ اترتے آنسوؤں کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔ اور یہ ہی نہیں ان آنسوؤں کا تریاق بھی جانتا ہے۔ اور لاعلم نگین کو سرے سے علم ہی نہیں تھا کہ کہ عاقب اپنی تمام تر چاہت کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ یہ ضرور تھا کہ اس نے لفظوں کی ڈوری باندھ کر محبت کی کمند نہیں ڈالی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ نگین حساس طبیعت کی مالک ہے۔ اسے نجانے کیوں ہر کسی سے اتنی ساری شکایات تھیں۔ ریزہ ریزہ ٹوٹ کر بکھرتی، اس لڑکی کو وہ محبت سے گندھے خالص جذبے سے سمیٹ لینا چاہتا تھا۔

اس وقت بھی عاقب اسے عین دوپہر کے وقت کچن میں جھلستی ہوئی گرمی میں سالن بھونتے دیکھ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ ابھی وہ اسکول سے لوٹی ہے اور اب کھانا بنانے کے بعد وہ دو گھڑی آرام اور پھر بچوں کی قطار ٹیوشن کے لیے آ دھمکے گی۔ وہ سالن بھونتے ہوئے پلٹی تھی جب اس کی نگاہ عاقب پر جا پڑی تھی، جو اشتیاق سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ چھ فٹ سے بھی

www.zemtime.com

زیادہ لمبا نکلتا قد، بے حد گوری رنگت اور چہرے پر محبت کی نرماہٹ لیے وہ وہیں دروازے کے پاس ایستادہ تھا۔

"خیریت تو ہے نا؟ کیا تم نے بھی کوئی فرمائش کرنی ہے۔ جب سے آپی کی انٹری ہوئی ہے نا، کبھی کوئی فرمائش اور کبھی کوئی فرمائش، آج ـــــ بھنڈی کا جی للچایا ہے۔ مجال ہے کہ ذرا سا کچن میں جھانک لیں۔

صبح سے اماں، ان کے بکھیڑے سمیٹ رہی ہیں۔ ہفتہ ہونے کو آرہا ہے مگر ان کے تو کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ اللہ اتنا ڈر لگ رہا ہے دوسری جانب سے بھی خاموشی چھا چکی ہے۔ عدنان بھائی نے آنا تو درکنار پھر فون تک نہیں کیا۔"

دن رات کی مصروفیت کے بعد، اتنے دنوں بعد عاقب دکھائی دیا تو وہ بلا تکان بولتی چلی گئی تھی۔ اور جانتی تھی کہ سننے والا وہی ایک واحد ہے۔

"تم فکر نہ کرو اس کا بھی کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے ہیں۔ میں تو یہاں سے گزر رہا تھا تمہیں کام کرتے دیکھ رک گیا تھا۔ میں کہہ رہا تھا کہ میں تازہ روٹی لگوالاتا ہوں۔ اتنی گرمی میں کہاں بناتی رہوں گی۔ تم بس سالن ہی بنالو۔"

عاقب نے کہا تو اس کے چہرے پر لمحہ بھر کے لیے حیرت اور پھر ہلکی سی مسکان چھا گئی تھی۔

"سچی یہ تو، نیکی اور پوچھ پوچھ؟ جلدی جاؤ جا کر یہ لگوالاؤ۔ اور ہاں آتے ہوئے آپی کے نمونوں کے لیے، آئس کریم لیتے لانا کل سے کان کھا رہے ہیں اور پھر نہ لے کر دی تو اماں سے ابا تک یعنی، شاہی سواری تک خبر، شکایت کی صورت جا پہنچے گی۔ ٹھہرو میں پیسے لاتی ہوں۔"

وہ چولہے کی آنچ ہلکی کرتے ہوئے بولی تھی۔

"بس کردو نگین! تمہاری یہی غیریت کی باتیں اجنبیت کی دیوار کھڑی کردیتی ہیں۔ اب کیا میں تم سے بھی پیسے لوں گا؟"

وہ ناراض ہوا تھا۔ اور وہ فقط کندھے اچکا کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

ایک شام اڑوس پڑوس سے کوئی خاتون نگین کا رشتہ لے آئی تھیں۔ لڑکا بہت پڑھا لکھا تھا۔ سلجھا ہوا گھرانہ تھا۔ لمبا چوڑا کوئی خاندان بھی نہ تھا ـــــ اکلوتا تھا اور ساس سسر تھے۔ ان لوگوں کو نگین بے حد پسند آئی تھی۔ نگین سے پوچھنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ عاقب کی والدہ نے، سخت برا منایا اور عاصمہ سے کہا کہ انہوں نے تو ہمیشہ سے، نگین کو اپنی بہو بنانے کا خواب دیکھا ہے۔

"ہاں تو بات ٹھیک ہے آپ کی۔ عاقب گھر کا دیکھا بھالا لڑکا ہے۔ نیک سیرت ہے۔" جبین نے لقمہ دیا۔ اس دن اماں بھی خوب جوش میں تھیں۔

"زینب بہن! میں نے بھی عاقب کو بطور داماد ہی دیکھا۔ اپنے بیٹے جیسا ہے۔ مجھے بھلا کیا اعتراض لیکن ماں ہوں نا، تو ـــــ آپ کی جانب سے ہی بات شروع ہوتی، تو مناسب ہوتا میں تو انتظار میں تھی۔"

عاصمہ نے بھی خوش دلی سے کہا تھا۔ زینب اور عاصمہ آنے والے دنوں میں آپس کے رشتے کی مزید مضبوطی کے تصور سے ہی نہال ہو رہی تھیں۔ جب نگین کو معلوم ہوا تو اس کو تو صدمے سے چپ ہی لگ گئی تھی۔

اس کی خاموشی کو سب، اس کی شرم پر محمول کر رہے تھے۔ لیکن اس کی چپ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی تھی۔ ایک دن جب عاصمہ بیگم باقاعدہ منگنی کی تیاریاں کر رہی تھیں وہ آن دھمکی تھی۔

"اماں! جا کر زینب چچی کو صاف صاف کہہ دیں کہ میں عاقب سے شادی نہیں کروں گی۔"

نگین نے کہا، اس کا انداز دوٹوک تھا۔ عاصمہ جو اس وقت گلابی دوپٹے کو گوٹا لگا رہی تھیں۔ قدرے تحیر سے اپنی بیٹی کو دیکھا تھا۔ آیا کہ وہ مذاق تو نہیں کر رہی ہے۔

پاس ہی بیٹھی ہوئی جبین کو بھی پانی پیتے پیتے

www.zemtime.com

اچھو لگ گیا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"

جبین کی تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ اعتراض کرے تو کیسے کرے۔

"تم ہوش میں تو ہو؟"

"کیا بک رہی ہو؟ اب ایک تم رہ گئی تھیں۔ اب تم بھی ماں کو مایوس کردو؟" عاصمہ جھنجلا گئی تھیں۔

وہ تو اپنی دانست میں رشتہ پکا کیے بیٹھی تھیں۔ ساری بات طے شدہ تھی۔ گھر کا بچہ تھا۔ سعادت مند خدمت گزار اور نیک بھی۔

"میں نے اپنی رائے دی ہے۔ اور مجھے لگتا ہے کہ شادی بیاہ میں ان دونوں فریقین کی آرا کو ضرور مقدم رکھنا چاہیے۔ جو آپس میں ایک زندگی گزارنے جا رہے ہوں۔ مجھے عاقب سے شادی نہیں کرنی ہے۔"

اس کا انداز اتنا قطعیت بھرا اور دوٹوک تھا۔ زینہ عبور کرتا ہوا عاقب جو نیچے کسی کام سے آرہا تھا اپنے حوالے سے، نگین کے منہ سے یہ جملہ سن کر دم بخود رہ گیا تھا۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ نگین نے اس کا نام لے کر انکار کیا ہے۔ وہ تو دو دن سے اتنا خوش تھا کہ بن مانگے اس کی مراد پوری ہونے جا رہی تھی۔

"کیا عیب ہے عاقب میں؟ کیا وہ تمہیں پسند نہیں ہے؟"

جبین نے تیز لہجہ میں پوچھا تو نگین نے تیزی سے جواب دیا۔

"ہاں نہیں پسند مجھے۔"

اس کے واشگاف جواب کے بعد عاقب میں مزید کچھ سننے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے جیسے آیا تھا ویسے ہی الٹے قدموں لوٹ گیا تھا۔

"اور امی، عاقب میں کوئی عیب ہو یا نہ ہو۔ کیا میری رائے میری مرضی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میں اپنی آدھی زندگی تو اپنی دو بڑی بہنوں میں پستی چلی آرہی ہوں۔ اب مزید نہیں پس سکتی۔ ان دونوں بہنوں کو تو عادت ہے ہر دوسرے دن آکر بیٹھ جانے کی۔ خدمتیں کروانے کی لیکن میں اس گھر میں رہ کر مزید ان کے نخرے نہیں اٹھا سکتی۔ آپ اس دوسرے رشتے کے لیے ہاں کردیں۔ میں شادی ادھر ہی کروں گی۔ کم از کم اس جنجال سے تو جان چھوٹے گی۔"

اس نے ہر لحاظ، مروت بالائے طاق رکھ کر کہا تھا اور وہ ایسا کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی تھی۔ اتنے دنوں سے جبین یہاں آئے بیٹھی تھی۔ لیکن اس کا آرام ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ اس کی وجہ سے گھر میں راشن ختم ہو چکا تھا، بچے کھانے پینے کے عادی تھے۔ ہمہ وقت ان کے تقاضے ہوا کرتے تھے۔ کبھی فرائز بنواتے کبھی نوڈلز۔

سخت پریشانی کے دن تھے جو گھر والے کاٹ رہے تھے۔ پہلے تو کچھ بچت ہو جاتی تھی۔ اب تو اس کی ٹیوشن کے پیسے بھی ختم ہو چکے تھے۔ اب وہ مزید ایسی زندگی نہیں چاہتی تھی کہ جس میں اسے مزید گھلنا پڑے۔ یا قربانی کا بکرا بننے پر مجبور کیا جائے۔

"امی دیکھ رہی ہیں کتنی لمبی زبان چل رہی ہے اس کی۔ ہمارا آنا اس کو کتنا کھلتا ہے میں خود پکالوں گی۔"

جبین نے دوبدو کہا تھا۔ جو نگین کو آگ کی طرح لگا تھا۔

"یہ بھی ایک طعنہ ہے یہ خود پکائیں گی۔ امی! ان کو پہلے یہ تو بتادیں کہ آج آخری ہزار روپے تھے مہینے کے، جو آپ نے ان کے لاڈلے سپوت کی فرمائش پر برگر منگوا کر دے دیے ہیں۔ بڑی آئیں پکانے والی۔ کیا یہ کسی اور گھرانے سے بیاہ کر گئی ہیں اسی گھر سے گئی ہیں جو حالات کا علم نہیں۔"

نگین نجانے کہاں کہاں کا سارا غصہ، غبار دل سے نکال رہی تھی۔

جبین تو منہ کھولے حق دق اپنی بہن کی زبان درازیاں ملاحظہ کر رہی تھی۔

اس کے بعد وہ رکی نہیں تھی۔ اماں کی منت سماجت، روکنا سب بے کار گیا تھا نگین کچھ دیر تو جبین

کے اس نخرے کو دیکھتی رہی لیکن پھر تھک ہار کر خود کو کمرے میں جا کر بند کر لیا تھا۔ پھر اماں کی فکر اور احساس میں اس نے اندر کا لاک کھول دیا تھا۔

جبین نے فون کر کے عدنان کو بلا لیا تھا۔ اس کی ساری اکڑ فوں نکل چکی تھی۔ سارا رعب و دبدبہ ملیا میٹ ہو چکا تھا۔ عدنان بھی شاید اس کی جانب سے اسی طرح کی کسی پیش قدمی کا منتظر تھا، سو اس نے ذرا بھی دیر نہ کی تھی، اسی شام اپنے بیوی بچوں کو لینے کے لیے آ گیا تھا۔

دونوں کی عقل اتنی مدت میں ٹھکانے پر آ چکی تھی اور خود جبین، کون سا ساری زندگی کے لیے آ گئی تھی۔ حامد صاحب عدنان کو دیکھ کر بری طرح سے چونک گئے تھے۔

''ارے عدنان میاں کو کس نے بلوایا ہے؟''

وہ کچھ تعجب سے پوچھ رہے تھے۔ عاصمہ نے خاموشی اختیار کی تھی۔

دل سے وہ بھی نگین سے خفا ہو چکی تھیں۔ مانا کہ ہاتھ تنگ ہوتا تھا مگر وہ اپنے نواسوں کے لیے دل کھول کر خرچ کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے نگین کے سخت جملے ان کو گراں گزرے تھے۔ وہ نگین سے کلام کرنا تو دور کی بات اس کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھیں۔

''اپنی بیٹی نگین سے پوچھیں ابا جان! مجھے تو احساس نہ ہوا کہ کب میرے اور میرے بچوں کے دو لقمے آپ پر بھاری پڑ گئے کہ آج مجھے اپنی ہی چھوٹی بہن سے تنی باتیں سننا پڑ گئی ہیں۔'' جبین جب ابا سے ملنے کے لیے آئی تھی وہیں ابا نے اس سے پوچھا تھا۔

ابا جان کا دل برا تھا۔ عدنان سے ملنے کو جی نہ چاہتا تھا، دوسرا وہ کچھ کشمکش میں مبتلا تھے کیونکہ خود انہوں نے، منظر دیکھا کہ جبین مسکرا کر مسکرا کر اس کو جواب دے رہی تھی۔

اب کمرے میں جاتے وقت ملنے کے لیے آئی تو ابا جان پوچھے بنا نہ رہ سکے تھے۔

''نگین نے کیا کہا ہے اس کا کیا حق ہے کہ اس معاملے میں کچھ بھی بولے۔''

''ابا جان! اب آپ نے ہی جب ملنا ہو آ جایا کریں۔ ہم نہیں آنے کے۔ اور ہاں اماں جو خرچا ہوا ہے اور جو روپے نگین کے لگتے رہے ہیں وہ میں جلد لوٹا دوں گی۔ ابھی عدنان کے سامنے بھرم رکھنا چاہتی ہوں۔ ان کو یہی کہا ہے کہ بچے اداس تھے۔''

جبین کی نم آلود آنکھیں دیکھ کر خود عاصمہ کا دل بھی ہولنے لگا تھا۔ بیٹی کو اس طرح وداع کرنے کا کب سوچا تھا۔ شادی جب رخصت کیا تھا وہی منظر ان کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ عدنان عاصمہ اور حامد صاحب سے مل کر ان کی رضامندی سے اپنے بیوی بچوں کو لے گیا تھا۔

☆☆☆

گھر میں اچانک ہی اتنی خاموشی چھا گئی تھی۔ اماں چپ تھیں۔ ابا اپنی ہی سوچوں میں گم صم اور خود وہ چور بن گئی تھی اور سب سے بڑھ کر تین دن بعد بھی اوپر سے عاقب اور نہ ہی چچی زینب نے جھانکا۔

گویا اس کا انکار اوپر جا چکا تھا۔ جب سے اس سے خفا ہو کر جبین گئی تھی۔ احساس جرم زیادہ ہی اٹھنے لگا تھا۔ ضمیر کے کچوکے جب دل پر لگتے ہیں تو نیلو نیل کر دیتے ہیں۔ چھٹی کا دن تھا۔ جب بہت دنوں بعد اس نے عاقب کو ٹریک سوٹ میں ملبوس اخبار کے مطالعے میں مصروف دیکھا تھا۔

یہ ان کے گھر کا ایک حصہ تھا۔ یعنی اس نے کرسی بھی اپنے حصہ میں بچھا رکھی تھی۔ نگین نے اسے دیکھا تو دل نے ایک عجیب ہی لے پر دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔ اب جب کہ سب اس سے بول چال بند کر چکے تھے۔ عاقب اور زینب چچی نے بھی رشتے کے لیے اصرار کرنا ترک کر دیا تھا۔ نجانے کیوں اس کے دل کو گہرے ملال نے گھیر لیا تھا وہ خود کو سنبھالتی قدم قدم چلتی ہوئی اس کے عین پاس جا پہنچی تھی۔ وہ شاید جان کر بھی اس کی آہٹ سے انجان بنا اخبار کی سرخیوں میں گم بیٹھا رہا۔ حتیٰ کہ اسے گلا کھنکھار کر اسے متوجہ کرنا پڑا تھا۔ اتنے فاصلے تو کبھی بھی نہ تھے درمیاں۔ فضا میں ایک عجیب سی سوگواریت تھی نگین کو

www.zemtime.com

بھی ایسا محسوس ہو رہا تھا۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

عاقب نے براہ راست اس کی نگاہوں میں جھانکا تھا۔

آج کا عاقب، اس عاقب سے تو بہت ہی مختلف دکھائی دے رہا تھا جو اس کے کام بھاگ کرتا تھا۔ اس کی پرواہ کرتا تھا۔ اس کے لیے ہلکان رہتا تھا۔ آج عاقب کی نگاہ میں حد درجہ اجنبیت کا بسیرا تھا۔ وہ خود بھی جھجک کر رہ گئی تھی۔

میری آنکھوں کو اب رہائی دے
مجھے ہر طرف نہ تو دکھائی دے

وہ دل میں سوچ کر، اس کو زیادہ دیر تک نہ دیکھ سکا تھا اس لیے اخبار تہ کرنے لگا تھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟ ادھر اماں نے بھی قطع کلامی کر رکھی ہے۔ میں کس کس کو راضی کروں؟ کیا میری خوشی کوئی معنی نہیں رکھتی، سب مجھے ہی کیوں مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں؟" وہ روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"کون مورد الزام ٹھہرا رہا ہے؟ میں یا میری اماں؟ امی کو میں نے سمجھا دیا ہے کہ تم اس جگہ رشتے کے لیے راضی نہیں ہو۔ اور ہی بات اس رشتے کی جو آیا تھا۔ میں نے خود کہہ دیا ہے آنٹی سے، وہ لوگ جلد ہی تاریخ لینے آجائیں گے اور ہاں۔"

وہ جاتے جاتے کہتے پلٹ کر رکا تھا۔

"میں نے یہ ہی کہا ہے کہ میں ہی اس رشتے کے قابل نہیں ہوں۔"

وہ یہ کہہ کر مزید نہیں رکا تھا اور نگین کو لگا تھا کہ جاتے جاتے جیسے وہ اس کی روح بھی، ساتھ کھینچ کر لے گیا ہو۔ کچھ لوگ اتنے ہی دل کے قریب ہوتے ہیں کہ ہمیں اس وقت تک جب تک نظروں کے آس پاس بستے ہیں احساس تک نہیں ہوتا اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں تو گویا، دل ڈوبنے لگتا ہے، نبض مدھم پڑ جاتی ہے، فضا کے سارے رنگ مدھم پڑ جاتے ہیں۔

وہ اپنی نمناک نگاہیں لیے وہیں کافی دیر تک کھڑی رہی تھی۔ اس کا دل دھواں دھار رونے کو چاہ رہا تھا۔

اس کا خاص الخاص دوست آج اس سے خفا ہوا تھا۔ وہ جو کبھی اس کے ایک آنسو کو برداشت نہیں کرتا تھا۔ آج کیسے منہ موڑ کر گیا تھا۔

"قصوروار تو میں ہوں۔ قصور تو سارے میرے ہیں۔ میں نے ہی آپا کو رلایا۔ ابا کو اماں کو شرمندہ کروایا۔ عاقب کی محبت سے میں کیسے دستبردار ہو سکتی ہوں؟ وہ تو میری روح میں ہے۔"

☆☆☆

اماں نے دوبار اس کے کمرے میں جھانکا تھا۔ مغرب کا وقت ہونے کو آیا تھا مگر وہ کمرے سے باہر ہی نہ نکلی تھی۔ اماں کا تو جی ہولنے لگا تھا۔ جھٹ قریب بیاہی بڑی بیٹی کو بلایا کہ دیکھو کیا معاملہ ہے۔ دل ابھی تک میلا ہی تھا۔ نسرین بچوں کے ساتھ بھاگی آئی تھی۔ کمرے میں جا کر دیکھا تو وہ نیم بے ہوش سی پڑی تھی۔ تپ رہا تھا سارا وجود۔

"اماں! اس کو تو اتنا تیز بخار ہے۔ اتنی بھی کیا لاپروائی؟" نسرین نے ناراضی سے کہا۔

"ہائے میری بچی، جا عاقب کو بلا لا، تیرے ابا تو گھر پر ہی نہیں۔" پانی کے چھینٹے بھی مارے گئے مگر وہ ہوش میں ہی نہ آرہی تھی۔ عاصمہ کا تو رو رو کر برا حال تھا۔

"میری بچی! میں کب تجھ سے خفا ہوں، تو نے کیا حال بنا لیا۔"

وہ رو رہی تھیں جب نسرین اوپر گئی تو عاقب اور زینب چچی چائے پی رہے تھے۔ مگر اب بتانا بھی ضروری تھا۔

"ماشاء اللہ نسرین بیٹی! کب آئیں معلوم ہی نہیں ہوا؟"

زینب چچی نے مسکرا کر کہا تھا۔ عاقب نے سلام کیا۔

"آؤ بیٹی! چائے پیو، ساتھ میں یہ پکوڑے بھی کھاؤ۔"

www.zemtime.com

زینب چچی بہت ہی ملنسار طبیعت کی مالک تھیں۔

"نہیں چچی! میں عاقب کو بلانے آئی تھی۔ نجانے نگین کو کیا ہوا ہے، بے ہوش پڑی ہے۔ تیز بخار میں جل رہی ہے۔ اماں نے بلایا تو میں بھی دوڑی چلی آئی۔"

نسرین نے اپنے تھکے ماندے وجود کو قریبی دیوار کا سہارا دیا تھا۔ عاقب کے کپ سے چائے چھلک گئی تھی۔ اس نے سرعت سے کپ میز پر رکھا اور بنا کوئی لفظ کہے نسرین کو پیچھے چھوڑتا ہوا، نیچے کو لپکا تھا۔

زینب اور نسرین نے ایک دوسرے کو تحیر اور ذومعنی انداز میں دیکھا تھا۔

عاقب کی بے قراری بہت کچھ عیاں کر گئی تھی نسرین بھی پیچھے پیچھے ہولی تھی۔

عاقب اسے ہوش میں لانے کے طریقے آزما رہا تھا۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس ساری صورت حال میں اس کا دل بھی کچلا جا رہا تھا۔ اسے بخوبی احساس ہو رہا تھا کہ اس کے ناروا سلوک کی وجہ سے نگین کی یہ حالت ہوئی ہے۔ وہ اس سے ہمیشہ کی طرح نجانے کیا کہنے، دل کا غبار نکالنے آئی تھی۔ لیکن کچھ کہہ نہ سکی۔ الٹا مزید بوجھ عاقب نے اس کے کندھوں پر ڈال دیا تھا۔

☆☆☆

اس ایک صبح میں جب نگین کو احساس ہوا کہ وہ عاقب کے بنا ادھوری ہے۔ اس صبح کی شام میں عاقب کو نگین جب بخار میں بے ہوش ملی اسے لگا اب جینے کا کوئی جواز ہی نہ رہا ہو۔ جب محبت کی شدت دونوں جانب برابر ہو تو رفیق زندگی بننے کے سوا کچھ حاصل نہیں۔

نگین کو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے بتایا کہ وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہے۔ اور جب نگین ہوش میں آئی تو اس نے رو رو کر سب سے پہلے اماں سے معافی تلافی کا سلسلہ شروع کیا جو جبین سے ہوتا ہوا عاقب تک جا پہنچا تھا۔ عاصمہ تو اس کی صحت مندی پر ہی خوشی سے نہال تھیں۔

"پگلی تو روتی کیوں ہے؟ کون سا دیر ہوئی ہے میں نے پہلے ہی دوسرے رشتے والوں کو انکار کر دیا تھا۔ میں ماں ہوں۔ میں جانتی تھی کہ تو صرف ضد میں ایسا بول رہی ہے اور تیری خوشی عاقب کے ساتھ میں ہی ہے۔ ہم سب تو یونہی چپ تھے کہ تو کب عقل سے کام لے۔"

عاصمہ بیگم نے کہا تو اس کے دل سے منوں بوجھ جیسے اتر گیا تھا۔

"مگر جبین آپی تو خفا ہیں ناں۔"

اس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

"نہیں بیٹا! وہ تو بہن ہے، بہنوں میں تو اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے۔ وہ تو کل بھی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ نگین کو معاف کر دیں۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ ساری غلطی میری ہی تھی۔ میں نے نصیحت حاصل کر لی ہے۔ اب مجھے احساس ہوا ہے کہ وہ چھوٹی ہو کر بھی ہم سے زیادہ سیانی ہے۔"

عاصمہ کا ساتھ حوصلہ نگین کے لیے بہت تقویت کا سبب تھا۔

"تم سے دوری سوہان روح ہے نگین! تم دوبارہ ایسا مت کرنا۔"

ایک بے ساختہ سا شکوہ عاقب کے لبوں سے پھسلا تھا۔ اور اس درد کی انتہاؤں میں اس نے بے ساختہ ہی عاقب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں کسی شکنجے کی مانند کس لیا تھا۔ جیسے بچھڑ جانے کا خوف ہو۔

☆☆☆

اور آج نکاح کے بندھن میں بندھنے کے بعد وہ دونوں ایک ہو چکے تھے۔ بھانت بھانت کے چہروں کے درمیان دو چہرے بہت خوش تھے۔ خوشی کا محور فقط محبت تھی۔ اس وقت بیک گراؤنڈ میوزک چل رہا تھا۔

تیرے جیا ہوا کوئی نا

عاقب نے شوخی سے نگین کو دیکھا تھا وہ نظر جھکا گئی تھی۔

☆☆

www.zemtime.com